علامہ ابن تیمیہؒ کا تفسیری ورثہ

جناب ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی

اہلِ علم میں علامہ ابن تیمیہؒ کی شہرت بجا طور سے جامع کمالات کی حیثیت سے ہے، لیکن ان کے سوانح نگاروں نے زیادہ اہمیت فتاویٰ، فقہ و حدیث، ردِ منطق و علمِ کلام اور عقاید سے متعلق علامہ کے کارناموں کو دی ہے عام طور سے علمِ تفسیر سے متعلق ان کی خدمات کا صرف مختصر یا سرسری تذکرہ کیا ہے۔ حالانکہ اس فن میں ان کے مقام اور خدمات کی اہمیت کا اندازہ ان رایوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو ان کے شاگردوں، قریب سے جاننے والوں اور ماہرینِ فن نے ان کے بارے میں ظاہر کی ہیں[۱]۔ پیشِ نظر مضمون میں اردو داں طبقہ کو علمِ تفسیر سے متعلق علامہ کی کاوشوں سے متعارف کرانا مقصود ہے، نیز طلباء علوم القرآن کو اس تفسیری ذخیرہ کی طرف توجہ دلانا ہے جس میں ان کے اطمینانِ قلب و نظر کا کافی سامان موجود ہے۔

ابنِ تیمیہؒ کا تفسیری کارنامہ یہ بات قطعی ہے کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے رائج طریقہ کے انداز پر قرآن پاک کی مکمل تفسیر نہیں لکھی اور نہ وہ اس کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اپنے ایک شاگرد ابن رشیق کی اس طرح کی درخواست کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ "قرآن کا کچھ حصہ فی نفسہٖ واضح ہے، کچھ کی مفسرین نے ایک سے زیادہ کتابوں

---

[۱] طوالت کے اندیشہ سے ہم ان رایوں کو یہاں ہم ذکر نہیں کر رہے ہیں، ان کے لیے درج ذیل مصادر کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ابن عبد الہادی، العقود الدریۃ، بیروت، دار الکتب العلمیہ بدون تاریخ صفحات ۱۲، ۲۴ وغیرہ۔ البزاز، عمر بن علی۔ الاعلام العلیہ، بیروت المکتب الاسلامی، طبع ثانی ۱۳۹۶ھ، صفحات ۲۲-۲۳۔ ابن ناصر الدین، الرد الوافر، بیروت المکتب الاسلامی ۱۹۸۰ء صفحات ۲۰۲-۲۰۴۔

میں شرح کر دی ہے لیکن بعض آیات ایسی ہیں جن کی تفسیر علماء کی ایک بڑی جماعت پر مشکل ہو گئی ہے۔ ان کی گرہ کشائی کے لیے ایک شخص بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کرتا ہے پھر بھی گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مصنف نے ایک آیت کی تفسیر لکھ دی ہے۔ اسی تفسیر کے مماثل دوسری آیت کی تفسیر بھی ہونی چاہیے۔ میں نے دلیل کی روشنی میں انہیں آیات کی تفسیر کا قصد کیا ہے۔ کیونکہ جب ایک آیت کے معنی ظاہر ہو گئے تو اس طرح کی دوسری آیات کے معنی بھی واضح ہو جائیں گے"[۱]

ابن رشیق کے بارے میں ابن تیمیہؒ کے ایک اور شاگرد ابن عبدالہادی کا کہنا ہے کہ "یہ ہمارے استاد کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور ان کی تحریروں کے لکھنے اور جمع کرنے میں سب سے آگے تھے"[۲] اس لحاظ سے ابن رشیق کا مذکورہ بالا بیان علامہ ابن تیمیہؒ کے مکمل تفسیر نہ لکھنے کے بارے میں قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس سے ان مصنفین کے خیال کی تردید ہو جاتی ہے جنہوں نے ابن تیمیہؒ کے مکمل تفسیر لکھنے یا ان کی تفسیروں کے تیس یا چالیس جلدوں میں پائے جانے کی بات کہی ہے[۳]۔

---

[۱] ابن عبدالہادی، العقود الدریۃ ص ۲۷، ۲۸۔ متاخرین میں امام فراہی بھی اسی کے قائل نظر آتے ہیں کہ بجائے پورے قرآن کی تفسیر لکھنے کے ان سورتوں کی تفسیر پر اکتفا کیا جائے جس کا نظم و معنی سمجھنے میں قاری کو مشکل پیش آتی ہو، چنانچہ انہوں نے بھی ایک طرف سے قرآن کی تفسیر لکھنے کے بجائے متفرق سورتوں کی تفسیر لکھی۔

[۲] ابن عبدالہادی، العقود الدریۃ ص ۲۷

[۳] ابن بطوطہ نے ابن تیمیہؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے "البحر المحیط" کے نام سے چالیس جلدوں میں قرآن کی مکمل تفسیر لکھی ہے جو محض وہم و گمان ہے جو ابن تیمیہؒ کو ابو حیان الاندلسی سے گڈمڈ کر دینے کی وجہ سے پیش آیا ہے اسی سے ملتی جلتی بات مشہور مستشرق بروکلمان نے بھی کہی ہے۔ ملاحظہ ہو: برکۃ، ابراہیم خلیل۔ ابن تیمیہ وجہودہ فی التفسیر" بیروت المکتب الاسلامی ۱۹۸۴ء ص ۸۴ - ۸۵۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے شاگردوں ابن الہادی نے اپنے استاد کی سوانح عمری میں تحریر کیا ہے کہ علامہ نے ان مفسرین سلف کے اقوال کو تیس سے زائد جلدوں میں جمع کیا جو اپنی کتابوں میں سندوں کے ذریعے روایت کرتے ہیں۔ (العقود الدریۃ ۲۶) غالباً علامہ نے یہ اقوال اپنی یادداشت اور استفادہ کے لیے لکھے ہوں گے، ورنہ ابن تیمیہؒ کے اپنے قول کے مطابق یہ چیز تحصیل حاصل ہوتی۔ غالباً اسی بنیاد پر مولانا (باقی بر صفحہ آئندہ)

علامہ کے کئی شاگردوں نے علامہ کی ان کتابوں کی جو انہیں معلوم ہوسکیں، فہرستیں تیار کی ہیں۔ ان میں سب سے طویل فہرست علامہ ابن تیمیہؒ کے قریب ترین شاگرد ابن القیم کی تیار کردہ ہے۔ اس میں تفسیر سے متعلق چھوٹے بڑے ۹۲ رسائل وکتب کا ذکر ہے۔ ان میں سے مکمل سورتوں کی تعداد ۱۲ ہے۔ باقی متفرق آیات کی تفسیر وتشریح یا قرآن کے بعض پہلوؤں پر رسالے ہیں[۱] اس میں سورۃ النور اور سورۃ اللیل کی تفسیروں کا ذکر نہیں ہے۔ علامہ کے مطبوعہ اجزاء تفسیر میں سورۃ النور اور سورۃ الاخلاص بہت پہلے سے شائع ومتداول ہیں۔ ۱۹۵۴ء میں دار القیمہ بھیمنڈی سے مشہور سلفی عالم مولانا عبدالصمد شرف الدین نے "مجموعہ تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ" کے نام سے قرآن کی چھ سورتوں، الاعلیٰ، الشمس، اللیل، العلق، البینۃ الکافرون کی تفسیر اپنے حواشی وتعلیقات، اشاریے اور انگریزی میں ایک وقیع مقدمہ کے ساتھ ان کے شایانِ شان معیار پر شائع کی[۲] ابن تیمیہؒ کی تفاسیر کے یہ اجزاء انہیں قاہرہ کے دار الکتب المصریہ میں موجود ابن عروہ حنبلی متوفی ۸۳۷ھ کی کتاب الکواکب الدراری کے مخطوطہ میں ملے۔ اس مجموعہ کے بارے میں علامۃ الشام محمد بہجۃ البیطار مرحوم لکھتے ہیں:

"ابن تیمیہ کی چھ سورتوں کی تفسیر پر مشتمل یہ مجموعہ محض ایک تفسیر ہی نہیں ہے، بلکہ حقیقت میں

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب میں ابن تیمیہؒ کی تفسیری خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تیس جلدوں میں ان کی تفسیر لکھے جانے کا ذکر کیا ہے اور ان کی مکمل تفسیر کے ضائع ومفقود ہونے پر افسوس کیا ہے (تاریخ دعوت وعزیمت (جلد دوم) مجلس تحقیقات ونشریات اسلام۔ لکھنؤ، طبع چہارم ۱۹۷۹ء، ص ۳۴۷، ۳۴۸)

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[۱] ابن القیم، اسماء مؤلفات شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (تحقیق المنجد، صلاح الدین) بیروت، دار الکتاب الجدید، طبع رابع ۱۹۸۳ء ص ۸ – ۱۸

[۲] شرف الدین عبدالصمد (مرتب) مجموعہ تفسیر شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ، بھیمنڈی، الدار القیمہ ۱۹۵۴ء ص ۵۰۰

بر قرآن کی بعض رکئی اہم) سورتوں کی تفسیر ہے اور ان متکلمین سے مناظرہ ہے جو آیات صفات کی تاویل کرتے ہیں، اور ان کے شرعی و لغوی معانی کو معطل قرار دیتے ہیں۔ مثلاً فرقہ جہمیہ، معتزلہ و قدریہ۔ اس میں صحیح منقول اور صریح معقول کے درمیان بہترین طور پر مطابقت پیش کی گئی ہے۔"[1]

سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض سے ۳۵ جلدوں میں ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ اور دو جلدوں میں ان کی فہرست یا اشاریے سن ۱۳۸۱ تا ۱۳۸۶ ہجری میں شیخ عبدالرحمٰن بن محمد حنبلی نے شائع کیے ہیں ان کی چھ جلدیں ۱۲ تا ۱۷ تفسیر اور علوم قرآن سے متعلق ہیں۔ ان میں ابن تیمیہؒ کی تفاسیر کے دستیاب اجزاء قرآن اور قرآنی آیات سے متعلق سوالات پر ابن تیمیہؒ کے جوابات، مقدمہ اصول تفسیر وغیرہ شامل ہیں[2]

اقبال احمد اعظمی نے "تفسیرات ابن تیمیہؒ" کے عنوان سے ایک کتاب ۱۹۷۱ء میں علمی پریس، مالیگاؤں سے شائع کی ہے۔ بدقسمتی سے مجھے اس سے استفادہ کا موقع نہیں مل سکا۔ اس لیے اس کے محتویات کے بارے میں کچھ کہنا ممکن نہیں ہے۔

دقائق التفسیر کے نام سے محمد السید الجلیند نے ابن تیمیہؒ کے تفسیری ورثہ کو عام تفاسیر کے انداز پر مرتب کیا ہے[3] یہ کتاب دوسری بار ۱۹۸۴ء میں چار جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کا پہلا ایڈیشن چار حصوں میں صرف سورہ مجادلہ تک ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا تھا۔ طبع ثانی میں مرتب نے اسے تفسیر معوذتین تک پہنچایا ہے۔ اگرچہ یہ قابل تحسین کوشش ہے مگر اپنے بلند بانگ دعووں کے باوجود راقم کی نظر میں یہ مجموعہ غیر تشفی بخش ہے۔ اس پر مزید اظہار خیال مضمون کے آخر میں ہوگا۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے جو مختلف آیات و سور کی مستقل تفسیریں لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ ان کی اکثر کتابوں میں بعض دوسرے مباحث کے تحت بہت سی آیات کی ضمناً تفسیر و تشریح آ گئی ہے۔ خاص طور سے

---

[1] البیطار، محمد بہجۃ "حیاۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ" بیروت، المکتب الاسلامی ۱۹۶۱ء ص ۱۲۷

[2] الحنبلی، عبدالرحمٰن بن محمد (مرتب) مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ، الریاض، مطابع الریاض۔ ۱۳۸۱ء

[3] الجلیند، محمد السید (مرتب) دقائق التفسیر الجامع لتفسیر الامام ابن تیمیہ ۱۹۸۴ء چھ حصے چار جلدوں میں۔

درج ذیل کتابوں میں وافر تفسیری ذخیرہ موجود ہے۔

۱۔ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح۔

۲۔ الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطٰن۔

۳۔ کتاب درء تعارض العقل والنقل۔

۴۔ الفتاوی الکبریٰ۔

علامہ ابن تیمیہ کا طریقہ تفسیر تفسیر قرآن کے سلسلے میں علامہ ابن تیمیہؒ نے جو طریقہ اپنایا ہے۔ وہ صحیح معنوں میں سلف صالحین کا طریقہ ہے اور اس قابل ہے کہ ہر سلیم الفہم اسے اختیار کرے۔ فہم قرآن کے لیے سب سے پہلے وہ خود قرآن سے مدد لیتے ہیں، پھر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد تابعین کے متفقہ اقوال کو درجہ دیتے ہیں۔ اختلاف کی شکل میں قرآن وحدیث کی توضیح وتشریح اور عربی زبان کے استعمال اور صحابہ کے اقوال سے اقرب قول کو لیتے ہیں[۱] اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ قرآن کی تفسیر قرآن سے۔ ابن تیمیہؒ کے نزدیک تفسیر کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ خود پہلے قرآن کی طرف رجوع کیا جائے۔ ‌ القرآن یفسر بعضہ بعضًا۔ کیونکہ قرآن میں عموماً اگر ایک چیز ایک جگہ مختصر یا مجمل آئی ہے تو دوسری جگہ اسے تفصیل بیان کر دیا گیا ہے۔ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ (ہود۔۱) یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں پہلے محکم کی گئیں پھر خدائے حکیم وخبیر کی طرف سے ان کی تفصیل کی گئی۔

۲۔ فہم قرآن کی دوسری کلید احادیث ہیں کیونکہ یہ چیز منصب رسالت میں شامل تھی کہ آپؐ قرآن کی صحیح تشریح وتعبیر لوگوں کو بتا دیں وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (نحل ۴۴) اور ہم نے تم پر بھی یاد دہانی اتاری تاکہ تم لوگوں پر اس چیز کو اچھی طرح واضح کر دو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے اور تاکہ وہ غور کریں۔

---

[۱] ابن تیمیہؒ، مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام، الریاض، مطابع الریاض ۱۳۸۱ھ، جلد ۱۳، ص ۳۶۳

۳۔ کسی آیت کی وضاحت قرآن و حدیث میں نہیں مل رہی ہے تو صحابہ کرامؓ کے آثار کی طرف توجہ کرنی چاہیے، اس لیے کہ ان کے سامنے اور اُن کے ماحول میں قرآن نازل ہوا۔ وہ قرآن و سنّت کے سب سے بڑے رمز شناس تھے اور براہ راست درس گاہ رسالت سے فیض یافتہ بھی۔

۴۔ آخری مرتبہ تابعین کے اقوال کا آتا ہے جو صرف ایک واسطہ سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب تھے اور جن کی ایک خاصی تعداد نے جن میں حضرت عکرمہؒ، مجاہدؒ، عطاء بن رباحؒ، حسن بصریؒ وغیرہم شامل ہیں، مفسرین صحابہ مثلاً حضرات ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ وغیرہم سے ایک ایک آیت سبقاً سبقاً پڑھی تھی۔ ان کے متفقہ اقوال کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں، البتہ مختلف فیہ اقوال کے سلسلے میں قولِ اصوب کی تعیین میں قرآن و حدیث کے انداز زبان و بیان عربوں کے عام استعمال لغت اور صحابہؓ کے اقوال کا سہارا لیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تابعین کے بعد فہم قرآن کا دروازہ بند نہیں ہوگا، بلکہ ان کے اقوال کے مختلف ہونے (اسی میں ان کا کوئی قول نہ پایا جانا شامل ہے) کی صورت میں قرآن و حدیث کی زبان، اس کی روح و منشا، تفسیر طلب الفاظ اور جملوں کا عربوں کے یہاں استعمال اور صحابہؓ کے اقوال کی روشنی میں کسی آیت کی تفسیر کی جائے گی۔ ان چار اصولوں سے ہٹ کر من مانی تفسیر کو جسے اصطلاحاً "تفسیر بالرائے" سے موسوم کیا جاتا ہے وہ حرام قرار دیتے ہیں[1]

تفسیر بالرای کی حکمت   علامہ ابن تیمیہؒ نے تفسیر بالرای کی حرمت کے سلسلے میں بہت سے دلائل دیے ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:[2]

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کے بارے میں کوئی بات بغیر علم کے کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ کو بنالے۔ اسی طرح حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: جس نے قرآن کی بابت کوئی بات (محض) اپنی رائے سے کہی جو (اتفاقاً) نکلی اس نے بھی غلطی کی۔ اس کی تشریح میں ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ "جس نے قرآن کے سلسلے میں اپنی رائے سے (بغیر کسی بنیاد کے) کوئی بات کہی اس نے ایسی بات

۱؎ ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام، الریاض، مطابع الریاض ۱۳۸۱ھ، جلد ۱۳، ص ۳۷۰۔
۲؎ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ایضاً صفحات ۳۷۰۔۳۷۴۔

کہنے کی جرأت کی جس کا اُسے علم نہیں ہے۔ اور ایسی راہ پر چلا جس کا اُسے حکم نہیں ہے۔ ایسے شخص نے واقعۃً صحیح معنی کو پالیا۔ پھر بھی غلط اقدام کیا۔ کیونکہ کام کا جو صحیح طریقہ ہے اُسے اس نے نہیں اپنایا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جاہل لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے بیٹھ جائے۔ ایسا شخص جہنم رسید ہوگا۔ اگرچہ اتفاقاً اس کا فیصلہ صحیح ہوگیا ہو۔ البتہ ایسے شخص کا جرم اس شخص سے ہلکا ہوگا جس کا فیصلہ بھی غلط ہو۔ واللہ اعلم۔[1]

ابو معمر سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کون سی سرزمین مجھے سہار سکتی ہے اور کس آسمان کے زیر سایہ مجھے پناہ مل سکتی ہے اگر میں کتاب اللہ کے بارے میں کوئی ایسی بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں ہے"۔

حضرت مسروقؒ نے فرمایا کہ تفسیر کے معاملہ میں ڈرو، کیونکہ وہ اللہ کے متعلق روایت ہے۔

مذکورہ بالا اقوال کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کی تفسیر میں صرف منقولات پر اعتماد کیا جائے اور اس میں تدبر و تفکر نہ کیا جائے۔ یا یہ کہ تدبر و تفکر کے نتیجہ میں ہونے والی گرہ کشائی اور دوسرے رائج علم سے ہونے والی وضاحتوں سے پرہیز کیا جائے۔ ابن تیمیہؒ کے ذکر کردہ آثار و اقوال میں سے (چند ایک کو چھوڑ کر جو ذاتی شدتِ احتیاط پر مبنی ہیں) اکثر میں صاف ممانعت صرف بغیر علم تفسیر کرنے کے آئی ہے۔[2] ورنہ علم و تفقہ کی بنیاد پر قرآن کی تفسیریں شروع سے ہوتی چلی آئی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ابن تیمیہؒ کے طریقۂ تفسیر کے تحت ذکر کیا ہے وہ اس تفسیر کو تفسیر بالرای سمجھتے ہیں جو خود قرآن کی اپنی تفسیر، احادیث کی وضاحتوں، اقوالِ صحابہ و تابعین اور زبان و بیان کے قواعد و ضوابط سے آزاد ہو کر کی جائے۔ وہ اس طرح کی تفسیر سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں، رہی وہ تفسیر جو کسی علمی اساس پر مبنی ہو وہ تو عین واجب و مطلوب ہے کیونکہ "جس طرح یہ واجب ہے کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس پر سکوت اختیار کیا جائے، اسی طرح اس چیز کا بیان کرنا بھی واجب ہے جس کا آدمی کو علم ہو اور اس سے دریافت کیا جائے۔ حدیث شریف میں ہے جس سے کسی علم کے بارے میں

---

[1] ابن تیمیہؒ، مجموع فتاوی شیخ الاسلام، الریاض مطابع الریاض ۱۳۸۱ھ جلد ۱۳ صفحہ ۳۷۱

[2] بعض علماء نے ان علوم کی فہرست تیار کرنے کی کوشش کی ہے جن سے واقف ہونا ایک مفسر کے لیے ضروری ہے اور جن کے بغیر تفسیر بالرای کے فتنہ میں پڑنے کا قوی اندیشہ ہے۔ وہ علوم ہیں لغت، نحو، صرف، اشتقاق، علمِ معانی، بیان، بدیع، علم قراءت، اصول دین، اصولِ فقہ، اسباب نزول، قصص، ناسخ و منسوخ، فقہ، احادیث، علم وہبی۔ ملاحظہ ہو السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، قاہرہ مصطفیٰ حلبی و شرکائہ، حصہ دوم ص ۱۸۱

پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپایا۔ ایسے شخص کو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔[1]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابن تیمیہؒ اور دوسرے علماء نے تفسیر بالرائے کے فتنہ سے لوگوں کو خاص طور سے اس لیے آگاہ کرنا چاہا کہ اس عہد میں بعض باطل فرقوں کی طرف سے قرآن کی ایسی من مانی تفسیر شروع ہو گئی تھی، جس کی کہیں سے کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی تھی۔[2] تفسیر بالرای کا فتنہ ہر دور میں سر اٹھاتا رہا ہے اور ہمیشہ سے اُمت میں افتراق کا ایک بہت بڑا سبب رہا ہے۔ (باقی)

---

[1] ابن تیمیہؒ، مجموع فتاویٰ، جلد ۱۳ ص ۳۷۵

[2] ایضاً ص ۳۵۹، ۳۶۰

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں، ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں۔

(ادارہ)